accountabilitylab PAKISTAN

Photo: Reuters

پالیسی رپورٹ

پاکستان میں سرکاری سکولوں کی نجکاری

/accountlabpk

pakistan.accountabilitylab.org

فہرست

جامع خلاصہ 3

تعارف 4

صوبے نجکاری پر کیوں مصر ہیں؟ 5

کیا پنجاب کا تعلیمی ڈھانچہ بہت پرانا ہو گیا ہے یا اس کا حجم کنٹرول سے باہر ہے؟ 5

کیا سکولوں کی نجکاری کا سلسلہ واقعی تعلیمی معیار کو یقینی بنا سکتا ہے؟ 7

ماحصل 8

اکاؤنٹیبلیٹی لیب پاکستان کے بارے میں 8

جامع خلاصہ

2010 میں 18ویں ترمیم کی منظوری کے بعد، پاکستان میں تعلیمی شعبے کا کنٹرول صوبائی سطح پر منتقل ہو گیا، جس کے تحت آرٹیکل 25اے کے مطابق تعلیم کو ایک بنیادی حق بنایا گیا۔ تعلیم سمیت مختلف شعبوں کو صوبوں کے حوالے کرنے کا مقصد پنجاب جیسے صوبوں کو بااختیار بنانا تھا تاکہ معیاری تعلیم تک ہر فرد کی رسائی کو یقینی بنایا جا سکے۔ تاہم، پنجاب کو فنڈنگ کی کمی، بچوں کے سکول چھوڑنے کے رُجحان میں اضافے اور اسکولوں میں داخلوں کی تعداد میں کمی جیسے چیلنجز کا سامنا ہے۔ ان مسائل کے حل کے لیے، پنجاب میں نجی و سرکاری شراکت داری کے تحت خراب کارکردگی والے سرکاری اسکولوں کا انتظام نجی اداروں کو سونپا جا رہا ہے۔

پنجاب حکومت نے اس سلسلے کا آغاز 2016 میں پنجاب ایجوکیشن فاؤنڈیشن (PEF) کے ذریعے شروع کیا اور بعد میں پنجاب ایجوکیشن انیشیٹیو مینجمنٹ اتھارٹی (PEIMA) کے تحت اسے وسعت دی، جس میں اب ہزاروں اسکول نجی شعبے کے زیرِ انتظام چل رہے ہیں۔ سکولوں کو نجی شعبے کے حوالے کرنے کے منصوبے کے حامیوں کا کہنا ہے کہ نجی و سرکاری شراکت داری سے وسائل کی تقسیم اور تعلیمی معیار میں بہتری آتی ہے اور اخراجات میں نمایاں کمی واقع ہوتی ہے۔

تاہم، ناقدین، جن میں اساتذہ اور یونینز شامل ہیں، وہ نجی شعبے میں تعلیمی معیار، اساتذہ کی ملازمت اور تعلیم کے حق تک طلبا کی مساوی رسائی پر تشویش کا اظہار کرتے ہیں، ان کا خیال ہے کہ تعلیم کے شعبے کی نجکاری تعلیمی عمل میں عام آدمی کی بھرپور شمولیت کو متاثر کر کے تعلیم کے معیار کو نقصان پہنچا سکتی ہے۔ اگر ہم اعداد و شمار کا جائزہ لیں تو وہ تعلیم کے شعبے کی دگرگوں صورتحال کی شدت کو ظاہر کرتے ہیں: پنجاب میں 5 سے 16 سال کی عمر کے تقریباً 96 لاکھ بچے سکول نہیں جا رہے ہے جبکہ بڑی کلاسز کی طرف پیش رفت کے ساتھ طلبا کے سکول چھوڑنے کے واقعات بھی قابلِ ذکر ہیں۔ اگرچہ نجی و سرکاری شعبوں کی شراکت داری قلیل مدتی بہتری فراہم کرتی ہے تاہم یہ انتظام تعلیمی نظام کی خرابیوں کو مستقل حل نہیں کر سکتا۔ ماہرین تجویز کرتے ہیں کہ سرکاری ڈھانچے، وسائل کی تقسیم اور اساتذہ کی تربیت کو مضبوط کیا جائے تاکہ ہر ایک کے لیے معیاری تعلیم کے آئینی حق کو پورا کیا جا سکے۔

اس پالیسی بریف میں یہ زور دیا گیا ہے کہ اگرچہ تعلیمی نظام میں نجی شعبے کی شمولیت معاون ثابت ہو سکتی ہے تاہم پائیدار ترقی کے لیے سرکاری شعبے کو مضبوط کرنا ضروری ہے تاکہ پنجاب میں سکول جانے اور نہ جانے والے بچوں کی تعداد میں موجود خلا کو پر کیا جا سکے۔

تعارف:

2010 میں پاکستان کے آئین میں 18 ویں ترمیم کی منظوری سے قبل تک تعلیم کے شعبے کا کنٹرول مشترکہ طور پر وفاقی اور صوبائی معاملہ رہا ہے، تاہم 18 ویں ترمیم کی منظوری کے بعد دیگر کئی شعبوں کی طرح محکمہ تعلیم بھی صوبوں کو منتقل کر دیا گیا جس سے انہیں اس شعبے سے متعلق قانون سازی کا حق ملا اور مالی خود مختاری حاصل ہو گئی۔ اس ترمیم کے ذریعے آئین کے بنیادی حقوق کے باب میں ایک نیا آرٹیکل - 25 اے شامل کیا گیا، جس میں کہا گیا ہے کہ : "تعلیم تک رسائی کا حق—— ریاست 5 سے 16 سال کی عمر کے تمام بچوں کو مفت اور لازمی تعلیم فراہم کرے گی جس کا تعین قانون کے مطابق کیا جائے گا۔" اس آئینی ترمیم کے ذریعے تعلیم ایک بنیادی حق بن گیا ہے۔ تعلیم کے شعبے کی صوبوں کو منتقلی ان کے لئے زیادہ اہم اور چیلنجنگ تھی کیونکہ انہیں مفت اور لازمی تعلیم کے حق کو یقینی بنانا تھا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ صوبوں کو ایسی تعلیمی پالیسیاں تیار کرنی تھیں جو تعلیم تک بلا روک رسائی، داخلے اور معیاری تعلیم کو یقینی بنا سکیں۔

تاہم، اس شعبے کی منتقلی کے بعد سے ہی صوبے اس چیلنج سے نمٹنے میں مشکلات کا سامنا کر رہے ہیں۔ مالی اور تعلیم کے معیار کے مسائل کے تناظر میں ملک کے چاروں صوبے تعلیم کی فراہمی کے لیے سرکاری- نجی شراکت داری (پرائیویٹ پبلک پارٹنرشپ یا پی پی پی) کے ماڈل آزما رہے ہیں۔ بلوچستان، خیبر پختونخوا، اور سندھ نے صوبوں میں اسکول چلانے کے لئے محدود پیمانے پر پی پی پی ماڈل کو اپنایا ہے، جبکہ ملک کے سب سے بڑے صوبے پنجاب میں پرائمری اسکولوں کی نجکاری کے ذریعے اس طریقے سے زیادہ جارحانہ انداز میں نجکاری کو فروغ دیا جا رہا ہے۔

سکولوں کی نجکاری میں زیادہ متحرک ہونے کے تناظر میں، اس پالیسی بریف میں پنجاب کے سرکاری اسکولوں کی نجکاری کی پالیسی کا جائزہ لیا گیا ہے۔ صوبہ پنجاب 2008 سے پاکستان مسلم لیگ نواز (پی ایم ایل این) کے زیر اقتدار رہا ہے۔ طویل حکمرانی کے اس سلسلے میں واحد وقفہ اُس وقت آیا جب پاکستان تحریک انصاف (پی ٹی آئی) 2018 سے 2022 کے درمیان صوبے میں برسرِ اقتدار رہی۔ ان دونوں سیاسی جماعتوں میں کئی مسائل پر اختلاف ہے، مگر دونوں نے سرکاری اسکولوں کی نجکاری کی پالیسی اپنائی۔

پاکستان مسلم لیگ نواز حکومت نے 2016 میں پنجاب ایجوکیشن فاؤنڈیشن (پی ای ایف) کے ساتھ معاہدے کے ذریعے کم کارکردگی والے پرائمری اسکولوں کو نجی شعبے کے حوالے کرنا شروع کیا۔ پی ٹی آئی حکومت نے اس پالیسی کو جاری رکھا اور پنجاب ایجوکیشن انیشی ایٹوز مینجمنٹ اتھارٹی (پی ای آئی ایم اے) کو قائم کیا تاکہ پبلک اسکول سپورٹ پروگرام کو نافذ کیا جا سکے۔ تب سے پی ای آئی ایم اے کو 4,276 سے زائد اسکول نجی شعبے کو سونپے جا چکے ہیں۔ یہ دونوں ادارے یعنی پی ای ایف اور پی ای آئی ایم اے اسکولوں کو منافع اور غیر منافع بخش شرائط کے ساتھ نجی شعبے کے حوالے کرتے ہیں، جبکہ حکومت خود کو فی داخل شدہ طالب علم کو مخصوص رقم دینے تک محدود کر دیتی ہے اور عمارتوں اور تدریسی عملے کے انتظام کی ذمہ داری نجی شعبے پر چھوڑ دیتی ہے۔

پنجاب حکومت کا مقصد پورے صوبے میں 13,000 پرائمری سرکاری اسکولوں کی نجکاری مکمل کرنا ہے تاکہ تعلیمی شعبے میں 'تبدیلی' لائی جا سکے۔ پہلے مرحلے میں 5,863 سرکاری اسکول پنجاب ایجوکیشن فاؤنڈیشن (پی ای ایف) کے حوالے کیے گئے ہیں، جس کے پاس اب کل 13,080 اسکول ہیں۔ حکومت پی ای ایف کے منتخب کردہ نجی ٹھیکیداروں کو فی طالب علم 750 سے 900 روپے ماہانہ ادا کر رہی ہے اور وہ ٹھیکیدار اساتذہ اور ضروری انفراسٹرکچر فراہم کرنے کے ذمہ دار ہوں گے۔

صوبائی حکومت مزید 7,137 اسکولوں کو سرکاری و نجی شراکت داری کے تحت نجی شعبے کے حوالے کرنے کا منصوبہ رکھتی ہے جن کے لئے درخواستیں وصول کی جا چکی ہیں اور جانچ کے مراحل میں ہیں۔ اس اقدام نے ماہرین اور سرکاری شعبے کے اساتذہ کی جانب سے تنقید کو جنم دیا ہے، تاہم حکومت اس بات پر قائم ہے کہ نجکاری تعلیم کے معیار کو بہتر بنائے گی اور لاکھوں طلباء کے لئے تعلیم تک آسان رسائی کو یقینی بنائے گی۔

صوبے نجکاری پر کیوں مصر ہیں؟

صوبے فطری طور پر اختیارات کی منتقلی سے خوش تھے اور تقریباً تمام سیاسی جماعتوں نے آئین میں تعلیم کو ایک بنیادی حق کے طور پر شامل کرنے پر اتفاق کیا۔ آئینی لحاظ سے صوبوں کو سرکاری شعبے کی تعلیم میں زیادہ سرمایہ کاری کرنی چاہیے تاہم سوال یہ ہے کہ صوبے اسکولوں کی نجکاری جیسے سخت اقدامات کیوں اُٹھا رہے ہیں؟ کیا صوبے اپنی ذمہ داریوں سے کنارہ کشی اختیار کر رہے ہیں، یا تعلیم کی فراہمی اتنا بڑا کام ہے کہ حکومتیں اکیلے سرانجام نہیں دے سکتیں؟ ان اور دیگر کئی سوالات کے ممکنہ جوابات تعلیمی نظام کی صورتحال میں مضمر ہیں۔ ایک سادہ جواب یہ ہے کہ صوبے بے تابی سے کوئی حل ڈھونڈنے کی کوشش کر رہے ہیں کیونکہ معاملات دُرست سمت میں نہیں جا رہے۔ ایسی صورتحال میں یہ دعویٰ کرنا غلط نہیں ہو گا کہ پاکستان کا تعلیمی معیار زوال پذیر ہے۔

2023 کی تازہ ترین مردم شماری رپورٹ کے مطابق ملک کی شرح خواندگی 60.7 فیصد ہے، جو 2017 کی مردم شماری میں 58.9 فیصد تھی یہ رپورٹ 1.8 فیصد کے معمولی اضافے کو ظاہر کرتی ہے۔ پاکستان میں پانچ سے سولہ سال کی عمر کے بچوں کی کل تعداد 7 کروڑ سے زائد ہے، جس میں سے اڑھائی کروڑ (36 فیصد) بچے اسکول نہیں جاتے۔ صرف صوبہ پنجاب میں پانچ سے سولہ سال کی عمر کے بچوں کی کل تعداد ساڑھے تین کروڑ سے زائد ہے، جن میں سے 96 لاکھ بچے سکول نہیں جا پاتے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تقریباً 26.97 فیصد یا ہر تینتیس میں سے نو بچے اسکول جانے کی عمر کے باوجود تعلیم حاصل نہیں کر پا رہے۔

2023 کی مردم شماری رپورٹ کے مطابق پنجاب کے پرائمری اسکولوں میں داخلہ لینے والے ایک کروڑ بچوں میں سے 31 لاکھ بچے مڈل اسکول (چھٹی جماعت) میں داخل ہونے سے پہلے ہی اسکول چھوڑ دیتے ہیں۔ مزید 60 لاکھ بچے نویں جماعت سے پہلے اسکول چھوڑ دیتے ہیں۔ تقریباً 15 لاکھ مزید بچے کالج کی تعلیم شروع کرنے سے پہلے اسکول چھوڑ جاتے ہیں۔ پنجاب میں اسکول شروع کرنے والے ایک کروڑ بچوں میں سے صرف 23 لاکھ بچے کالج پہنچتے ہیں۔ مردم شماری کے اعداد و شمار سے ظاہر ہوتا ہے کہ پنجاب میں 14 سے 16 سال کی عمر کے بچوں میں اسکول چھوڑنے کی شرح سب سے زیادہ ہے، جس میں 21.87 فیصد بچے اس عمر کے گروپ میں اسکول چھوڑ چکے ہیں۔

یہ اعداد و شمار کسی بھی منصوبہ ساز کے لیے چونکا دینے والے ہیں۔ ماہرین متفق ہیں کہ حکومت تعلیمی چیلنج کے بوجھ سے دباؤ محسوس کر رہی ہے اور نتیجتاً وہ بچوں کو مفت اور لازمی تعلیم فراہم کرنے کی اپنی آئینی ذمہ داری سے دور ہو رہی ہے۔

کیا پنجاب کا تعلیمی ڈھانچہ بہت پرانا ہو گیا ہے یا اس کا حجم کنٹرول سے باہر ہے؟

سکول انفارمیشن سسٹم کے مطابق پنجاب میں کل 48,529 اسکول ہیں، جن میں سے 32,371 پرائمری، 7,218 مڈل اسکول، 8,089 ہائی اسکول اور 851 ہائر سیکنڈری اسکول ہیں۔ مجموعی طور پر ان میں ایک کروڑ 2 لاکھ سے زائد بچے داخل ہیں۔ مزید 18 لاکھ بچے پی ای ایف کے زیرِ انتظام چلنے والے اسکولوں میں داخل ہیں اور 6 لاکھ بچے پی ای آئی ایم اے کے اسکولوں میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ یوں کل ایک کروڑ 3 لاکھ 62 ہزار بچے سرکار کے زیرِ انتظام سکولوں میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ پی ای ایف اور پی ای آئی ایم اے دونوں پنجاب کی وزارت تعلیم کے تحت آتے ہیں۔

صوبے میں بڑی تعداد میں بچے مذہبی مدارس اور غیر رسمی اسکولوں میں بھی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ نجی اسکولوں کے تیزی سے بڑھنے کے باوجود، سرکاری اسکول اب بھی 60 فیصد طلباء کی تعلیمی ضروریات پوری کر رہے ہیں۔

حکومت کا مؤقف ہے کہ اتنی بڑی تعداد میں اسکولوں کا نظام چلانا مسلسل بوجھ بن گیا ہے جس میں اسکولوں کی دیکھ بھال، نگرانی، نئے کمرے اور عمارتوں کی تعمیر، نئے اساتذہ کی بھرتیاں اور ان کی تنخواہوں کا انتظام شامل ہے۔ حکومت سمجھتی ہے کہ سرکاری- نجی شراکت داری کے ماڈل کو اپنانے سے تعلیم کے معیار میں بہتری اور اخراجات میں کمی

سے اس شعبے میں بہتری آئے گی، جس سے ہر سال اربوں روپے کی بچت ہو گی اور 70,000 سے زائد تعلیم یافتہ نوجوان نجی شعبے میں روزگار حاصل کر سکیں گے۔ نجکاری پروگرام میں پرائمری اسکولوں کو مڈل اسکولوں میں اپ گریڈ کرنا بھی شامل ہے۔ اس میں مشہور اسکول چینز اور معتبر این جی اوز کی شمولیت بھی شامل ہے، جس سے اسکولوں کی حالت اور کارکردگی میں بہتری آئی ہے۔ حکومت کو امید ہے کہ یہ ماڈل اسکول داخل نہ ہو سکنے والے بچوں کے مسئلے کو بھی حل کرے گا اور اسکولز فعال اور موثر بنیں گے، جو والدین کا اعتماد بحال کرنے کے لئے ضروری ہے۔

ماہرین کا کہنا ہے کہ حکومت کے اس فیصلے کے پیچھے وسائل کے انتظام اور اسکول سے باہر بچوں کے مسئلے کے علاوہ کئی اور وجوہات بھی ہیں، جن میں یہ عام تصور شامل ہے کہ سرکاری اسکولوں کا تعلیمی معیار اچھا نہیں جبکہ نجی ادارے بہتر اور جدید تعلیمی طریقے اور انتظامی صلاحیتیں رکھتے ہیں۔ ماہرین کے مطابق پنجاب کے آدھے سے زیادہ سرکاری اسکولوں میں ایک سے دو اساتذہ ہیں جو مطلوبہ نتائج نہیں دے سکتے۔ حکومت کو یقین ہے کہ نجی شعبہ کم لاگت پر بہتر نتائج فراہم کر سکتا ہے۔ شاید تعلیم کے میعار کے لئے اخراجات میں کمی کا تصور ہی حکومت کو اس بنیادی انسانی حق کو نجی شعبے کو منتقل کرنے کے طریقے ڈھونڈنے کی طرف راغب کر رہا ہے۔

اسکولوں کی نجکاری کے خلاف احتجاج کرنے والے اساتذہ حکومتی موقف سے اختلاف رکھتے ہیں۔ پنجاب ٹیچر زیونین کے جنرل سیکرٹری رانا لیاقت علی نے نئے اساتذہ کی بھرتی پر پابندی اور سرکاری شعبے کے موجودہ ڈھانچے میں عدم توسیع کو اسکول سے باہر بچوں کے مسئلے کا سبب قرار دیا۔ یونین کا ماننا ہے کہ آبادی میں بڑے پیمانے پر اضافے کے باوجود موجودہ ڈھانچے کو اپ گریڈ نہیں کیا گیا۔ حکومت کے اعداد و شمار بھی یونین کے اس موقف کی تصدیق کرتے ہیں۔ سکول ایجوکیشن سسٹم کی ویب سائٹ کے مطابق منظور شدہ اساتذہ کی تعداد 450,801 ہے، جن میں سے 124,377 نشستیں خالی ہیں۔

رانا لیاقت علی کے مطابق، پاکستان کا تعلیمی ڈھانچہ 1970 کی دہائی میں اُس وقت کی آبادی کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے بنایا گیا تھا، جس میں ہر بڑی آبادی کو ایک پرائمری اسکول ملا اور 5 سے 6 پرائمری اسکولوں کے لئے ایک ہائی اسکول فراہم کیا گیا۔ 1990 کی دہائی تک پنجاب میں 63,000 اسکول تھے، جن میں مسجد مکتب بھی شامل تھے۔ رانا لیاقت بتاتے ہیں کہ "مسجد مکتب ایسے والدین کو اپنی طرف راغب کرتے تھے جو مذہبی تعلیم کے لیے اپنے بچوں کو عام اسکولوں میں بھیجنے سے گریز کرتے تھے۔ مسجد مکتب میں عام اور مذہبی تعلیم دونوں دی جاتی تھیں اور ان اداروں کی نگرانی مسجد کے امام کرتے تھے۔ جنرل مشرف کے دور میں مسجد مکتب بند کر دیئے گئے، جس سے صوبے میں اسکولوں کی تعداد میں کمی واقع ہوئی،"۔

ٹیچر زیونین کے مطابق پی ای ایف کی سربراہی میں نجکاری کے پہلے مرحلے کا محرک بھی سرکاری اسکولوں میں تدریسی عملے کی کمی تھی۔ پی ای ایف نے یہ اسکول غیر سرکاری اداروں یعنی این جی اوز کے حوالے کر دیے۔ حکومت نے اچھے تدریسی عملے کی بھرتی کے بجائے، ان اسکولوں کے ناقص نتائج کو این جی اوز کے ذریعے پی ای ایف کو دینے کا بہانہ بنالیا۔ یونین کے مطابق تدریسی عملے کی کمی کی وجہ سے سرکاری اسکولوں کے نتائج پر منفی اثر پڑا، جس سے والدین کا اعتماد متزلزل ہوا اور نتیجتاً اسکول سے باہر بچوں کی تعداد میں اضافہ ہوا کیونکہ ایک یا دو اساتذہ 200 بچوں کو نہیں سنبھال سکتے اور ہر بچے کی تعلیمی ضروریات کو پورا نہیں کر سکتے۔

جب پاکستان تحریک انصاف (پی ٹی آئی) کی حکومت نے 2018 میں اقتدار سنبھالا، تو اس نے بھی نئے تدریسی عملے کی بھرتی کے بجائے تقرری پر پابندی لگادی۔ اس نے پی پی پی ماڈل کو مزید ڈھانچے میں لانے کے لیے ایک اور اتھارٹی، پی ای ایم اے، قائم کی اور مزید 4,000 اسکول نجی شعبے کو دے دیے۔ کچھ اسکول کونسلوں نے بھی اپنے طور پر نجی اساتذہ کی تقرری کی کوشش کی، جس کے ملے جلے نتائج نکلے، لیکن نجکاری نے دراصل بچوں کے اسکول چھوڑنے اور اسکول سے باہر بچوں کے مسئلے کو مزید بڑھا دیا۔ حکومتوں کی مسلسل ناکامی نے پنجاب میں تعلیم کے شعبے کے مسائل میں اضافہ کیا ہے۔

کیا سکولوں کی نجکاری کا سلسلہ واقعی تعلیمی معیار کو یقینی بنا سکتا ہے؟

یہ دعویٰ کہ نجی شعبہ تعلیمی شعبے کی بہتر دیکھ بھال کر کے تعلیم فراہم کر سکتا ہے اکثر سماجی و اقتصادی فرق پر مبنی ہے۔ تحقیق سے پتہ چلتا ہے کہ نجی اسکولوں میں امیر طلباء کو بہتر وسائل جیسے کہ ٹیکنالوجی اور غیر نصابی سرگرمیوں تک رسائی حاصل ہوتی ہے۔ تاہم، معروف ماہر تعلیم ڈاکٹر فیصل باری جیسے ماہرین کا کہنا ہے کہ جب سرکاری اسکولوں کو مناسب وسائل فراہم کیے جاتے ہیں تو وہ بھی نجی اسکولوں کی طرح اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

ایسے سروے جن کی بنیاد پر یہ تاثرات قائم کیے گئے ہیں کہ نجی شعبہ بہتر کارکردگی دکھا سکتا ہے، نجی اور سرکاری اسکولوں میں زیر تعلیم بچوں کی معاشی حیثیت کو نظرانداز کرتے ہیں۔ نجی اسکولوں میں امیر والدین کے بچوں کو بہتر مواصلات، ٹی وی، انٹرنیٹ اور دیگر سہولیات میسر ہوتی ہیں جبکہ سرکاری اسکولوں میں زیر تعلیم غریب والدین کے بچوں کو ایسی سہولیات میسر نہیں ہوتیں، لہٰذا نتائج میں فرق آتا ہے۔ یہ مسئلہ طبقاتی ہے، نہ کہ اسکول کی قسم کا۔ ڈاکٹر باری کے مطابق کم فیس والے نجی اسکول اور سرکاری اسکول معیار کے لحاظ سے ایک جیسے ہیں۔ پی ای ایف اور پی ای ایم اے اسکول بھی کم فیس والے نجی اسکولوں جیسے ہی ہیں۔

سرکاری اور نجی اسکولوں میں میٹرک کی سطح تک طلباء کی کارکردگی جانچنے کا میعار یکساں نہیں ہے۔ ہر اسکول کا اپنا داخلی جانچ کا نظام ہے جس میں پرائمری اور مڈل سطح پر معیاری جانچ کے نظام کے خاتمے کے بعد نجی اسکول کسی بھی طالب علم کو ناکام یا فیل نہیں قرار دیتے تاکہ والدین کو مطمئن رکھا جا سکے۔ جبکہ سرکاری اسکولوں میں ایسے عوامل پر غور نہیں کیا جاتا اور ان کا مقصد امتحانات میں معروضی جانچ کا معیار ہوتا ہے جس میں طلباء کو ناکامی بھی ہو سکتی ہے۔ میٹرک اور انٹرمیڈیٹ کی سطح پر طلباء کی کارکرگی جانچنے کا نظام ایک ہی ہے اور وہاں سرکاری اسکول نجی اسکولوں کے مساوی نتائج دیتے ہیں۔ 2024 کے میٹرک نتائج میں 9 میں سے 6 اولین پوزیشنز سرکاری اسکولوں کے طلباء نے حاصل کیں۔

ماہرین کا کہنا ہے کہ جب سرکاری اسکولوں کو مناسب وسائل اور اساتذہ میسر ہوتے ہیں تو وہ اچھی کارکردگی دکھاتے ہیں۔ حکومت کو سرکاری شعبے کے تعلیم کے مسائل کو حل کرنے کے لئے پورے انفراسٹرکچر کو اپ گریڈ کرنے کی ضرورت ہے۔ ڈاکٹر فیصل باری جیسے ماہرین کو ایلیمنٹری اور ہائی اسکولوں کی نجکاری پر تشویش ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ نجی اسکولوں کو پرائمری تعلیم میں کچھ برتری حاصل ہے تاہم ایلیمنٹری اور ہائی سکول کی تعلیم میں ان کی کوئی نمایاں کامیابی نہیں ہے۔ ایلیمنٹری اور ہائی سکولوں کے لئے زیادہ لاگت، لیبارٹریز، کمپیوٹر لیبز، کھیل کے میدان اور لائبریری جیسے انفراسٹرکچر اور مضامین کے ماہر اساتذہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ ثانوی تعلیم نجی اسکولوں کے لئے بہت مہنگی ہے جس کا عکس ہر گلی میں پرائمری یا مڈل نجی اسکول اور بہت کم نجی سیکنڈری اسکولوں کی موجودگی میں نظر آتا ہے۔

اسکولوں کی نجکاری تعلیمی معیار اور خواندگی کو مزید متاثر کر سکتی ہے۔ کچھ شواہد سے اساتذہ یونین کے اس موقف کی تصدیق ہوتی ہے کہ پی ای ایف اور پی ای ایم اے اسکولوں میں غیر تربیت یافتہ اور غیر اہل اساتذہ بھرتی کیے جاتے ہیں کیونکہ نجی شعبہ ان اسکولوں کو کاروبار کی طرح چلا رہا ہے جہاں ان کی اولین ترجیح منافع کمانا ہے۔ نجی شعبہ کے ٹھیکیداروں کو عمارتیں بنانے میں سرمایہ کاری کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی بلکہ وہ ہر طالب علم کے لئے کتابیں اور گرانٹس لیتے ہیں۔ ایک اور خدشہ یہ ہے کہ یہ اسکول مستقل طور پر نجی شعبے کو دے دیئے جائیں گے اور اچھے اساتذہ ان کم تنخواہ دینے والے اسکولوں میں شامل نہیں ہوں گے جس سے تعلیمی معیار مزید گر سکتا ہے۔ یونین کا دعویٰ ہے کہ پی ای ایف اور پی ای ایم اے اسکول ایسے سرکاری اسکولوں سے بھی بدتر ہیں جنہیں براہ راست حکومت چلا رہی ہے۔

ٹیچرز یونین کے اساتذہ کی ملازمت سے متعلق خدشات بھی جائز معلوم ہوتے ہیں۔ 13,000 نجکاری والے اسکولوں میں ہزاروں اساتذہ تعینات ہیں۔ حکومت ان کے معاہدے ختم نہیں کر رہی بلکہ انہیں دوسرے اسکولوں میں منتقل کر رہی ہے، لیکن ان اساتذہ کا مستقبل کیا ہو گا جب دوسرے اسکول بھی نجی شعبے کے حوالے کر دیئے جائیں گے؟

یونین کے مطابق جعلی نجکاری شدہ اسکولوں کی شکایات بھی ہیں جہاں ٹھیکیدار بھوت اسکولوں کے لئے سرکاری گرانٹس لیتے ہیں۔ پی ای ایم اے کی جون 2023 کی رپورٹ کے مطابق اتھارٹی کو کارکردگی کی وجہ سے لگاتار تین ٹرمز کے لئے 533 اسکولوں کے معاہدے منسوخ کرنے پڑے جنہیں این جی اوز، ایک اسکول چین اور نجی ٹھیکیداروں کے سپرد کیا گیا تھا اور انہیں دوبارہ نجکاری کے عمل سے گزارا گیا کیونکہ یا تو ان کی کارکردگی تسلی بخش نہیں تھی یا وہ ایسے وقت بند پائے گئے جب ٹیمیں جانچ کے لیے وہاں گئیں۔ رپورٹ میں مالی سال 2022-2023 میں 4.8 ارب روپے کے اخراجات کا ذکر ہے جو 4,276 اسکولوں میں داخل 604,670 طلباء پر خرچ ہوئے۔

کچھ شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ ناقص کارکردگی دکھانے والے کچھ سرکاری اسکولوں میں بہتری دیکھی گئی جس سے پتہ چلتا ہے کہ نجکاری فوری فوائد فراہم کر سکتی ہے تاہم یہ تعلیمی چیلنجز کے لئے طویل مدتی حل کے طور پر کام نہیں کرتی۔ نجی شعبے کے حوالے کیے گئے اسکولوں کے مستقبل کا اصل سوال یہ ہے کہ حکومت کب تک ان اسکولوں کے اخراجات برداشت کرتی رہے گی؟ بالآخر یہ اسکول مستقل طور پر نجی شعبے کے حوالے ہو سکتے ہیں۔

نجکاری کا طریقہ کار اخراجات کے اعتبار سے بھی اہم ہے۔ 2023-24 کے پنجاب ایجوکیشن سیکٹر پلان کے مطابق ہر کنڈرگارٹن طالب علم پر سالانہ خرچ 21,502 روپے، ہر پرائمری سطح کے طالب علم پر 12,625 روپے، اور سیکنڈری سطح کے طالب علم پر 103,802 روپے خرچ ہوتے ہیں۔ موجودہ اور ممکنہ طلباء کی تعداد کو مد نظر رکھتے ہوئے، کل اخراجات اربوں میں ہیں۔ تعلیم ایک منافع بخش صنعت بن چکی ہے، اور اس فنڈنگ کو غیر منافع بخش اور منافع بخش نجی اداروں میں منتقل کرنے سے نجی تعلیم کے رجحانات کو تبدیل کیا جا سکتا ہے۔

ماحصل:

اگرچہ نجی اسکول مخصوص حالات میں کچھ فوائد دے سکتے ہیں، لیکن یہ سرکاری تعلیمی مسائل کا جامع حل نہیں ہے۔ صرف نجکاری سے نہ تو بچوں کے اسکول سے باہر رہنے کے مسئلے کو حل کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی یہ یقینی بنایا جا سکتا ہے کہ تمام بچوں کو معیاری تعلیم ملے۔ وسیع پیمانے پر نجکاری کے بجائے، حکومت کو موجودہ سرکاری انفراسٹرکچر کو مضبوط بنانے پر غور کرنا چاہیے جو نجی شعبے کے مقابلے میں بڑی تعداد میں طلباء کی ضروریات پوری کرتا ہے۔ ایک ایسا سرکاری تعلیمی نظام جو مناسب وسائل، جدید سہولیات اور کافی تدریسی عملے سے لیس ہو، پاکستان میں تمام بچوں کی تعلیمی ضروریات پوری کرنے کے لیے ضروری ہے۔

اکاؤنٹیبلیٹی لیب پاکستان کے بارے میں:

اکاؤنٹیبلیٹی لیب پاکستان 13 خود مختار، مقامی طور پر رجسٹرڈ، نظم و نسق میں آزاد اداروں کے ایک بین الاقوامی نیٹ ورک کا حصہ ہے۔ پاکستان میں مقامی طور پر رجسٹرڈ ایک تھنک ٹینک کی حیثیت سے، اکاؤنٹیبلیٹی لیب شفافیت، احتساب اور اچھی حکمرانی کو فروغ دینے کے لیے پُر عزم ہے۔ مثبت تبدیلی کو جدید طریقوں سے فروغ دینے کے عزم کے ساتھ، اکاؤنٹیبلیٹی لیب پاکستان ملک میں جمہوری عمل کو مضبوط بنانے کی کوششوں میں صف اول میں رہا ہے۔

خواتین کے حقوق اور خود مختاری کے شعبے میں لیب کا اہم کردار، اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ ادارہ جدید خطوط پر مبنی طریقوں کے ذریعے مثبت تبدیلی لانے کے لیے کس قدر سنجیدہ ہے۔ پاکستان کی ترقی میں خواتین کے کردار کو مستحکم کرنے کے تناظر میں، اکاؤنٹیبلیٹی لیب پاکستان ہمیشہ سر فہرست ادارہ رہا ہے۔

اکاؤنٹیبلیٹی لیب پاکستان کے مشن کا بنیادی حصہ ان عوامل پر غیر متزلزل زور دینا ہے جو سماجی قبولیت، ادارہ جاتی تحفظ، اور جمہوریت کو مجموعی طور پر مضبوط بناتے ہیں۔ یہ بنیادی اصول لیب کے نقطہ نظر کی بنیاد بھی ہیں اور اس پالیسی بریف میں دی گئی تجاویز کے ساتھ گہری ہم آہنگی رکھتے ہیں۔